شیخ الحدیث مولانا محمد حسن جان صاحب مدظلہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غیر مسلموں سے سلوک

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ناموں میں ایک نام رحمۃ للعالمین بھی ہے جو قرآن مجید کی سورہ انبیاء کی اس آیت شریف میں ذکر ہے۔ "وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین" یعنی آپ پوری کائنات کے لئے ایک عظیم رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں عالمین کے مفہوم میں جملہ پرند وچرند۔ زمین وافلاک۔ عرش سے فرش تک پوری کائنات اور جن وانس داخل ہیں۔ تو پوری انسانیت کے لئے ضرور بڑی رحمت ہوں گے۔ اس رحمت کی مختلف توجیہات اور تعبیرات ہیں۔ سب سے آسان اور عام فہم تعبیر یہ ہے کہ آپ نے جو نظام زندگی، قانون، اخلاق اور دستور العمل پیش کیا ہے وہ پوری انسانیت کے لئے دنیا میں امن وسکون اور راحت واطمینان کا بے مثال نقشہ حیات ہے۔ اور مرنے کے بعد نہ ختم ہونے والی زندگی کی کامیابی کے لئے شرط اور دارومدار ہے۔

آپ کی ذات گرامی نہ صرف اپنی امت کے لئے بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی ایک عظیم رحمت ہے۔ آپؐ نے خود اور اپنے صحابہ کرام سے بھی غیر مسلم اقوام سے وہ سلوک کیا ہے اور کرایا ہے جو قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ سورہ ممتحنہ آیت نمبر ۸ میں فرمان الٰہی ہے :-

"لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین"

یعنی اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا۔ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے۔ اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا الخ

اس آیت شریف میں ایسے کفار کے ساتھ احسان کرنے اور اچھے سلوک کی ہدایت کی گئی ہے جو مسلمانوں سے نہیں لڑے۔ اور نہ مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نکالتے ہیں اور ہر قسم کا برا سلوک اور بے رحمانہ برتاؤ جو ایک انسان دوسرے انسان اور ایک قوم دوسری قوم کے ساتھ کرتی ہے۔ قرآن مجید نے اس کی جڑ کاٹ دی ہے۔

"ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ"

یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ان کے معاملے میں عدل وانصاف چھوڑ دو۔ بلکہ ہر حال میں عدل وانصاف کرنے کا حکم ہے۔ باقی کافروں سے احسان اور نیک سلوک کا ارشاد فرمایا گیا۔ چنانچہ زکوٰۃ کے علاوہ جملہ صدقات اور مالی اعانت وخیرات غیر مسلموں کو بھی دئے جا سکتے ہیں۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی غیر مسلموں کے تحفے تحائف قبول فرمائے ہیں۔ اور غیر مسلموں سے حسنِ سلوک اور نیک برتاؤ کے زریں اصول پر عمل کیا ہے۔ اور صحابہ کرام سے کرایا ہے۔

ہجرت کے بعد آپ نے مدینہ منورہ کے یہود جیسی مبغوض اور متعصب قوم سے، جو مسلمانوں کی مشترکہ قوت کے مقابلے میں بہت کمزور تھے حسن سلوک اور امن کا معاہدہ فرمایا۔ اس معاہدہ کی ۵۲ دفعات تھیں۔ اور ان دفعات کی رو سے یہ طے پایا کہ مسلمان اور یہود آپس میں حلیف ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے۔ مذہبی معاملات کے علاوہ باقی امور میں ایک گروہ شمار ہوں گے۔ یہ معاہدہ پر امن بقائے باہمی کی ایک شاندار مثال تھی۔ مگر یہود کئی بار عہد شکنی کر گئے جس کی سزا ان کو مل گئی۔

آپ نے نجران کے عیسائیوں سے بھی اپنی طرف سے حفاظت اور امان دینے کا وعدہ فرمایا تھا کہ اہل نجران کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری حاصل ہو گی۔ ان کی جان ومال اور ان کی پوری قوم، اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے اور ان کے تابع لوگ، اس حفاظت اور ذمہ داری میں شامل ہوں گے۔ ان کی موجودہ حالت اور ان کے حقوق میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

آپ نے اپنی کتاب مقدس قرآن مجید کے ذریعہ اعلان فرمایا:۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی"

یعنی دین ومذہب کے بارے میں کسی پر بھی جبر نہیں ہے۔ ہدایت کی راہ واضح کر دی گئی ہے۔ پیغمبر کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکام سنانا ہے۔

فتح مکہ کے تاریخی موقع پر، جب سب کفار مسجد حرام کے احاطہ میں آپ کے سامنے حاضر ہوئے جن میں آپ کے سخت ترین جانی دشمن بھی تھے جو کئی بار آپ کو قتل کرنے کے نامراد منصوبے بنا چکے تھے۔ آپ اور آپ کے صحابہ کرام پر ظلم وتشدد اور تکلیف واذیت کی انتہا کر چکے تھے۔ اور اس وقت سب عاجز ومغلوب سر جھکائے کھڑے تھے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے انتقام لینے پر قادر تھے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے کیا سلوک کیا جائے؟ سب شرمندگی اور عجز وانکسار کے ساتھ کہنے لگے کہ آپ ہمارے معزز بھائی اور اخلاق کریمانہ کے مالک ہیں۔ جو کچھ کرنا چاہیں آپ کر سکتے ہیں۔

آپ نے فرمایا:۔ "لا تثریب علیکم الیوم اذهبوا فانتم الطلقاء"

میری طرف سے کسی قسم کا عتاب تک نہیں ہو گا۔ جاؤ سب آزاد ہو۔

آپ غیر مسلموں کی عیادت اور بیمار پرسی فرماتے، ان کی دعوت قبول فرماتے۔ چنانچہ ایک یہودی عورت کی دعوت میں آپ کے کھانے میں زہر ملا دیا اور آخری حیات تک اس زہر کا اثر محسوس فرماتے رہے۔

آنے والے غیر مسلموں کو مسجد نبوی میں ٹھہراتے اور رخصت ہونے پر ان کو کچھ تحفے بھی دیا کرتے تھے۔ آپؐ نے جو آخری وصیت فرمائی اس میں دیگر باتوں کے علاوہ یہ بھی ہے۔

" واجیزوا الوفد نحو ما کنت أُجیزھم "

باہر سے آنے والے وفدوں کو کوئی تحفہ بخشش اکرام کے طور پر دیا کرو جس طرح میں دیا کرتا ہوں "

آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام اور خصوصاً خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اس حسن سلوک پر عمل پیرا رہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں نادار اور کمزور غیر مسلموں سے جزیہ لینا معاف کر دیا۔ اور ان کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا۔ اور فرمایا کہ خدا کی قسم یہ انصاف نہیں ہوگا کہ ہم ان کی جوانی کی کمائی تو کھائیں اور بوڑھا ہونے پر ان کی مدد نہ کریں۔

حضرت صفیہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو ۳۰ ہزار مالیت کا صدقہ دیا۔

قرآن مجید میں قیدیوں کو کھانا کھلانا ثواب قرار دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے قبضہ میں کفار ہی قید ہو کر آتے تھے

حضرت ابو میسرہؓ۔ عمرو بن میمونؓ۔ عمرو بن شرجیلؓ صدقہ فطر سے عیسائی راہبوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

(کتاب الاموال لابی عبیدہ صہ ۶۱۳، ۶۱۴)

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے مشرک بھائی کیلئے قیمتی ریشمی جبہ بطور ہدیہ مکہ مکرمہ بھیجا تھا (بخاری شریف)

حضور پاکؐ نے حضرت اسماءؓ اور دیگر صحابہ کرام کے استفسار کرنے پر اپنے مشرک رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور احسان کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ تفسیری روایات میں ہے کہ صحابہ کرام جب مذہبی اختلاف کی بنا پر غریب مشرکوں کی امداد سے کنارہ کرنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

لیس علیك ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء وما تنفقوا من خیر فلانفسکم (بقرہ ع ۳۷)

یعنی ان کو راہِ ہدایت پر لے آنا تیرے اختیار کی بات نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت کی راہ پر لے آتا ہے اور جو بھلائی کرو وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ تمہیں تمہاری نیکیوں کا ثواب ہر حال میں ملے گا۔

مسند احمد ج ۳ صہ ۲۷۲ میں ایک حدیث شریف ہے :- لا یومن احدکم حتیٰ یحب للناس ما یحب لنفسہ۔

یعنی تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جب تک اور لوگوں کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اس حدیث شریف میں محبت اور نیک سلوک کی وسعت ساری انسانیت کے لئے شامل کی گئی ہے ‡